رسائل و مسائل

بعض احادیث کی تشریح

سوال: احادیث میں قرآن مجید کی بعض آیات کے بارے میں بڑے بڑے وعدے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آیت الکرسی ہی کو لیجیے۔ اس کے متعلق بخاری، مسلم وغیرہ میں معمولی اختلاف سے یہ بیان موجود ہے کہ جو کوئی اس کو پڑھ لے اس کے لیے ایک فرشتہ بحیثیت محافظ و نگران مقرر کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح چوری سے حفاظت اور مال کے محفوظ رہنے کا مضمون بھی مشہور ہے۔ مگر اس کے باوجود بعض اوقات چوری بھی ہو جاتی ہے اور آدمی کو نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح احادیث میں مذکور ہے کہ جو شخص یہ کلمات پڑھے گا اسے کوئی چیز گزند نہیں پہنچا سکتی: "بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء" مقصد صرف اس قدر ہے کہ باوجود ان شہادتوں کے معاملات کا وقوع مطابق وعدہ نہیں ہوتا۔ ازراہِ مہربانی اس الجھن کو حل فرما دیں۔

یہی حال رزق وغیرہ کے وعدوں میں نظر آتا ہے۔ متقی کو رزق کی فراہمی کا بہت جگہ ذکر آیا ہے مگر کئی ایسے آدمی نظر آتے ہیں جو باوجود نہایت متقی ہونے کے نہایت تنگدستی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آخر یہ کیا وجہ ہے کہ ایمانداری سے رزق کمانے والوں کی حالت تو بہت کمزور ہے مگر بددیانت لوگوں کی آمدنی وافر ہے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر قلبی اطمینان کو بہت ضعف پہنچتا ہے اور ایمانداری کی طرف لوگوں کی توجہ بہت کم رہ جاتی ہے۔ عموماً لوگ غلط طریقے استعمال کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں اور

شریعت کی پابندی کرنے والے لوگ جو ایسے غلط طریقوں سے بچتے ہیں، کامیاب نہیں ہونے پاتے۔

امید ہے آپ ان الجھنوں کو دُور فرمائیں گے۔

جواب - آیت الکرسی کے جو اثرات احادیث میں بیان کیے گئے ہیں، نیز بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیئ کی جو تاثیر بیان کی گئی ہے، یہ محض الفاظ کو زبان سے گزار دینے کے نتائج نہیں ہیں، بلکہ ان چیزوں کو سوچ سمجھ کر جو شخص پڑھے اور ان کے معانی کو اپنے طرزِ فکر اور کردار میں جذب کرلے اس کے حق میں فی الواقع ان چیزوں کے وہی اثرات مترتب ہوتے ہیں جو بیان کیے گئے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لیجیے کہ جو شخص ان چیزوں کو پڑھے گا وہ آفات سے اور ان کے طبعی نتائج سے لازماً محفوظ ہو جائے گا، بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اس شخص کے اندر اتنی زبردست قوت پیدا ہو جائے گی کہ کسی صورتِ حال میں بھی اس کا نفس شکست خوردہ نہ ہو سکے گا۔ حوادثِ طبیعی تو ہر انسان کو پیش آتے ہیں مگر کمزور طبیعت کا انسان ان سے مات کھا جاتا ہے اور مضبوط عزم و ارادہ کا انسان ان سے مغلوب نہیں ہوتا۔

متقی کو رزق کی فراہمی کے وعدے جہاں آتے ہیں، وہاں رزق سے مراد رزقِ حلال ہے نہ کہ رزقِ حرام۔ متقی کے معنی ہی یہ ہیں کہ آدمی حرام راستے سے روزی حاصل کرنے کا سرے سے خواہشمند ہی نہ ہو اور اس بات کا عزم کرلے کہ میں جو کچھ بھی حاصل کروں گا حلال راستے ہی سے حاصل کروں گا۔ ایسے شخص کے لیے اللہ رزق کے دروازے بند نہیں کر دیتا، اور ایسا شخص خود بھی اس تھوڑے یا بہت رزق پر قانع و مطمئن رہتا ہے جو حلال کے راستے سے خدا اس کو دے۔ آپ رزق کی جن فراوانیوں کا ذکر کر رہے ہیں وہ رزق نہیں بلکہ غلاظت ہے جسے کھانے کا ایک متقی خیال بھی نہیں کر سکتا۔

کچھ سلاسلِ تصوّف کے بارے میں

سوال: سلسلۂ تصوف میں چند اصطلاحات معروف و مروّج ہیں قطب، غوث، ابدال اور قیوم۔ قرآن و حدیث میں ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس کے متعلق جناب اپنی ذاتی تحقیق سے آگاہ فرمائیں نیز تصوف کے سلاسلِ اربعہ کے متعلق بھی اپنی رائے عالیہ سے مستفیض فرمائیں۔

ایک مشہور روایت ہے کہ حضرت حسن بصری کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خرقہ عطا فرمایا تھا اور یہ تمام طُرقِ فقر حضرت علی سے شروع ہوتے ہیں۔ اس وقت میرے سامنے ملا علی قاری کی موضوعاتِ کبیر ہے۔ روایتِ خرقہ کے متعلق موصوف کی تحقیق ملاحظہ فرما کر آپ اس پر مدلّل تبصرہ فرمائیں۔ عبارت یہ ہے:

حدیث لبس الخرقة للصوفیه وکون الحسن البصری لبسها من علیؓ۔ قال ابن دحیة وابن الصلاح انه باطل، وکذا قال العسقلانی انه لیس فی شیء من طرقها ما یثبت ولم یرد فی خبرٍ صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ علیه وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بین الصوفیة لاحد من الصحابة ولا امر احداً من الصحابة بفعل ذلک وکل ما یُروی من ذالک صریحاً فباطلٌ۔ قال ثم ان من الکذب المفتری قول من قال ان علیاً البس الخرقة للحسن البصری فان ائمة الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعاً فضلاً عن ان یلبسه الخرقة۔

ترجمہ: "صوفیہ کے خرقہ پہننے کی حدیث، اور یہ قصہ کہ حسن بصری کو حضرت علیؓ نے خرقہ پہنایا تھا، ابن دحیہ اور ابن صلاح کہتے ہیں کہ یہ باطل ہے۔ اور ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ جن طریقوں سے یہ روایت بیان کی جاتی ہے ان میں سے کوئی بھی ثابت نہیں ہے، اور

کسی صحیح یا حسن بلکہ ضعیف روایت میں بھی یہ بات نہیں آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صوفیہ کے متعارف طریقے پر صحابہ میں سے کسی کو خرقہ پہنایا ہو یا کسی صحابی کو ایسا کرنے کا حکم دیا ہو۔ اس سلسلے میں جو کچھ روایت کیا جاتا ہے وہ باطل ہے۔ پھر ابنِ حجر کہتے ہیں کہ یہ بات بھی جھوٹ ہے کہ حضرت علی نے حضرت حسن بصری کو خرقہ پہنایا تھا۔ ائمہ حدیث کے نزدیک تو حضرت حسن کا حضرت علی سے سماع تک ثابت نہیں ہے کجا کہ ان سے خرقہ پہننا۔"

صوفیہ کے درمیان سبع لطائف کا ایک تدریجی اور ارتقائی طریقہ مروج ہے۔ کتبِ احادیث میں یہ طریقِ ذکر و فکر مروی نہیں ہے۔ اس کے بارے میں بھی رائے گرامی تحریر فرمائیں۔

میں جناب کی توجہ ایک اچھی تجویز کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ جس طرح مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور کے اکابر و اعیان اور حکامِ سلطنت امرا و وزراء کی طرف پر از نصائح مکتوبات لکھ کر تبلیغِ حق کا فریضہ ادا کیا، آپ بھی یہ طریقِ کار اختیار فرمائیں۔

جواب۔ تصوّف کی جن اصطلاحات کا آپ نے ذکر کیا ہے ان میں سے صرف ابدال کا ذکر حضرت علیؓ کے ایک قول میں ملتا ہے۔ باقی رہے غوث، قطب اور قیوم، تو ان کا کوئی ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، یا صحابہ و تابعین کے اقوال میں نہیں ملتا۔ اور خود ابدال کے متعلق بھی جو عام تصورات صوفیہ کے ہاں پائے جاتے ہیں ان کی طرف کوئی اشارہ حضرت علیؓ کے اس قول میں نہیں ہے جس سے یہ اصطلاح لی گئی ہے۔

تصوّف کے سلاسلِ اربعہ کے متعلق میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ ان سلسلوں کی ابتداء ایسے بزرگوں سے ہوئی ہے جو یقیناً صلحاء امت میں سے تھے اور ان کا مقصود بھی تزکیہ و اصلاح تھا جس کے ایک پاکیزہ مقصد ہونے میں کلام نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جس طرح

مسلمانوں کی زندگی کے دوسرے شعبے تدریج الخطاط کے شکار ہوئے اور ان میں صحیح و غلط کی آمیزش ہوتی چلی گئی، اسی طرح یہ سلسلے بھی اپنی اصلی ابتدائی پاکیزہ حالت پر باقی نہیں رہ سکے ہیں۔ لیکن خدا کے فضل سے قرآن و سنت دنیا میں محفوظ ہیں۔ ان کی رہنمائی میں ہم جہاں اپنی زندگی کے دوسرے شعبوں میں صحیح و غلط کے درمیان تمیز کر سکتے ہیں، سلاسلِ تصوف کے افکار و اعمال میں بھی یہ تمیز ممکن ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کو حضرت علیؓ سے خرقہ ملنے کی جو روایت اہلِ تصوف کے ہاں مشہور ہے، علمِ حدیث کی رُو سے اس کی کوئی اصل نہیں۔ آپ نے ملّا علی قاری کی جو عبارت نقل کی ہے، وہ بالکل درست ہے۔

صوفیہ کے ہاں تزکیہ و تعلیم و تربیت کے جو طریقے رائج ہیں ان میں سے اکثر ان کے اپنے اجتہاد پر مبنی ہیں۔ کم ہی چیزیں ایسی ہیں جن کا نشان عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ و تابعین میں ملتا ہو۔

حضرت مجدّد الف ثانی کے طریقے پر اربابِ اقتدار سے مراسلت کرنے کا جو مشورہ آپ نے دیا ہے اس پر میں ضرور عمل کرتا اگر اس گروہ میں کوئی صاحب مجھے ایسے ملتے جو مجھ سے حسنِ ظن اور مخلصانہ تعلق بھی رکھتے ہوں، تاکہ میرا ان سے خطاب کرنا مفید ہو سکے، اور اس کے ساتھ وہ اس گروہ میں کچھ نہ کچھ بااثر بھی ہوں کہ ان کی کوششوں سے کوئی اصلاح کی صورت بن سکے۔ حضرت مجدّد نے اپنے مکاتیب میں جن لوگوں سے بھی خطاب فرمایا ہے ان کے اندر یہ دونوں شرطیں پائی جاتی تھیں۔